© rasailojaraid.com

(۴) غیر نصابی سرگرمیاں:

جب سے وطن عزیز کے ماہرین تعلیم نے طلباء کے "کتابی کیڑے" بننے پر شدید برہمی کا اظہار کیا اور غیر نصابی سرگرمیوں پر زور لگایا تو یہ زور تعلیم گریز ذہنیت سے مل کر حد اعتدال سے بڑھ گیا، اور اتنی شدت اختیار کر گیا کہ تعلیم کا کچومر ہی نکال کر دم لیا۔

اس پر مستزاد ڈگری ہولڈر بے روزگاروں کی حالت زار اور کرکٹ کے کھلنڈروں کے اربوں میں کھیلنے کے ساتھ قومی ہیرو قرار پانے کی وجہ سے نوجوان نسل کی پوری توجہ کو غیر نصابی سرگرمیوں نے یرغمال بنا لیا ہے۔ کرکٹ مافیا کے نشے نے طالب علم کے ہاتھ سے کتاب چھین کر بیٹ اور بال تھما دیا ہے۔ اب یہی اس کی ورزش، یہی اس کی تفریح اور یہی اسکا موضوع بحث ہے۔

(۵) ٹیسٹ پیپرز، گائیڈز اور ورک بکس:

ان نام نہاد معاون کتابوں نے طالب علم کو نہ صرف استاد سے بے نیاز کر دیا ہے، بلکہ درسی کتاب سے بھی اس کی جان چھڑائی ہے۔ علم کو جنس تجارت بنانے کے شوق نے ایسے وسائل فراہم کئے ہیں جن کا مقصد صرف امتحان میں نمبر حاصل کرنا ہوتا ہے۔ امتحان کے قریب ایسی مختصر گائیڈ بکس بھی فراہم کی جاتی ہیں جن میں امتحان کے پچاس فیصد سے زائد سوالات آنے کی ضمانت بھی ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قسط :2

ارض بلتستان

محمد اسماعیل فضلی

10,118 مربع میل پر محیط ارض بلتستان، شمال پاکستان کا وہ پر اسرار خطہ ہے جو رنگا رنگ تہذیب و تمدن اور زرخیز ادب و ثقافت رکھتا ہے۔ اس کے جنگلات، صاف و شفاف پانی کے چشمے، چھوٹی بڑی ندیاں، دریا، عظیم گلیشئر، فلک بوس و برف پوش پہاڑ اہل عالم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے کافی ہیں۔

ارض بلتستان پانچ وادیوں پر مشتمل ہے جن میں سکردو، شگر، خپلو، کھرمنگ اور روندو اور معاون وادیاں شامل ہیں۔ جو تمام تر دلکش مناظر، مخصوص جغرافیائی اہمیت اور قدیم ثقافتی ورثے کی وجہ سے ملکی و غیر ملکی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔

قدیم تاریخی نام:

ارض بلتستان اپنی دور افتادگی اور پر خطر و پر پیچ پہاڑی حصار میں گھرے ہونے کے باعث صدیوں تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہی۔ مقامی آبادی میں تعلیم کے فقدان اور نشر و اشاعت کے وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے یہاں کی سیاسی، سماجی و ثقافتی تاریخ مدون نہ ہو سکی۔

623ء میں جب پہلی دفعہ چینی سیاح یہاں سے گزرے تو اس علاقے کا نام ''پلولی'' تھا۔ ان سیاحوں نے پلولی کے سفر کو انتہائی کٹھن اور تکلیف دہ پایا۔ گلگت کے باسی یہاں کے باشندوں کو قدیم زمانے سے اب تک پلولی کہتے ہیں۔ اور بلتستانی لوگ گلگتیوں کو ''بروق پا'' یعنی پہاڑی کہتے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم زمانے میں بلتستان کو ''تبت صغیر'' یا ''تبت خورد'' کہا جاتا تھا۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ تبت عربی تبتہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''یخ بستہ سرزمین'' ہے۔ یہاں موسم سرما میں ٹمپریچر نقطہ انجماد سے 30 ڈگری سینٹی گریڈ تک گر جاتا ہے۔

بلتستان کی تاریخ کا کچھ حصہ اگرچہ سینہ بسینہ چلے آنے والی روایات سے لیا گیا ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں قبل رومن مؤرخین ہیروڈٹس اور پٹالمی نے جس ''بیالتی'' علاقے کا ذکر کیا تھا، وہی آج کا بلتستان ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلتستان میں آغاز آبادی:

ہیروڈٹس اور پٹالمی رقمطراز ہیں کہ "بلتستان میں انسانی آبادی کا آغاز کب اور کس طرح ہوا؟ اسکی تحقیق ناممکن ہے"۔ راقم نے اس بارے میں تھغس کے معمر ترین شخص "اپو مخملی" سے اس بارے میں سوال کیا (جو اپنی عمر "9 لوسکور" یعنی 108 سال بتارہا تھا) موصوف نے سینہ بسینہ تاریخ بتاتے ہوئے) جو بات ذکر کی وہ مولوی حشمت اللہ کی تاریخ جموں کی تصدیق کرتی تھی۔ یعنی یہاں آبادی کا آغاز وسط ایشیائی ملکوں سے ہوا جو گلگت کے راستے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ بلتستان میں داخل ہوئے۔

مگر انہوں نے وادیٔ خپلو میں انسانی آبادی کے آغاز سے متعلق حشمت سے اختلاف ظاہر کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ وادی خپلو (ضلع گانچھے) میں انسانی آبادی کی آمد درہ سیاچن اور نوبراہ کے راستے ہوئی۔ انہوں نے وضاحت کی کہ موجودہ عظیم گلیشیر سیاچن جو اب دنیا کا بلند ترین محاذ جنگ ہے۔ زمانہ قدیم میں ایک پر فریب سر سبز وادی تھی، جس میں "تیروم" شہر آباد تھا۔ چین کے علاقے کاشغر سے خانہ بدوش چرواہے اپنے مویشیوں کو چراتے ہوئے پہلے تیروم شہر میں بسنے لگے۔ یہ لوگ منگول نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ بلتستان کی سر سبز و شاداب وادیوں کو اپنا مسکن بنالیا۔ انہوں نے یہاں زرعی آبادی کا آغاز کیا، اور یہاں کے قدیم ترین باشندے بن بیٹھے۔

لیکن جب جنوبی اور مغربی چین میں فوجی مہمات شروع ہوئیں تو وہاں خوراک کی قلت پیدا ہو گئی۔ اس قلت کو پورا کرنے کے لئے ان افواج نے درہ سیاچن کے راستے ارض بلتستان کا رخ کیا۔ وہ یہاں کی آبادی کو لوٹ لیتے اور مویشی ساتھ لے جاتے۔ ضرورت کے وقت جوانوں کو جبراً فوج میں بھرتی کرتے۔ چونکہ یہاں کے باشندے ابتداہی سے امن پسند اور شرافت کے پیکر تھے، ان کے ساتھ صرف اتنے ہتھیار ہوتے جو انہیں وحشی درندوں سے بچا سکیں ،لہذا وہ ایک منظّم فوج کے سامنے عاجز تھے۔

دشمن سے دفاع کیلئے برف کی پرورش:

دشمن کے ظلم وستم سے تنگ آکر یہاں کے باشندوں نے وادیٔ شیگر سے پالتو گلیشیر کا ایک جوڑا لایا۔ یاد رہے کہ گلیشیر کے بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں، انہیں مخصوص طریقے سے لایا جاتا ہے۔ نر اور مادہ ہر دو کو بھوس کوئلہ وغیرہ میں لپیٹ کر رازدارانہ طریقے سے لایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لانے والے دوران سفر آپس میں گفتگو نہ کریں، صرف اشاروں سے کام لیا جائے، بعض کا کہنا ہے صرف وہی آدمی بات نہیں کرسکتا جس نے گلیشیر کا برف اٹھار کھا ہو۔ نیز منزل مقصود تک پہنچنے سے قبل اسے زمین پر نہیں رکھ سکتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الغرض پر پیچ، پر خطر اور نوکیلے پہاڑوں سے گزر کر یہاں کے لوگوں نے سیاچن درہ میں گلیشیر پالنا شروع کیا۔ اس پالتو گلیشیر نے بڑھتے بڑھتے تیروم شہر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یوں یہ گلیشیر جارح چینیوں کے راستے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی۔ اور آج یہ پالتو گلیشئر دنیا کا عظیم ترین گلیشئر شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت یہ گلیشیر اہل عالم کی توجہ کا مرکز بن گیا جب بھارتی افواج نے لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس گلیشئر کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا۔

چین اس وقت بھی ایک عالمی طاقتور ملک تھا۔ اس کے مقابلے میں بلتستان کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ یہاں کے حکمران راجہ کہلاتے تھے۔ لیکن تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے باشندے گلیشئر کے بڑھنے تک چینی پیشقدمی کے سامنے حسب مقدور مزاحمت کرتے رہے۔ قدیم چینی سیاحوں اور بودھ زائرین کے بڑے بڑے پتھروں پر کندہ تحریروں اور نقشوں کی مدد سے جدید محققین نے ثابت کیا ہے کہ لداخ وبلتستان ایک ہی ملک ''پلولی'' تھا۔ اسکی توثیق بلتستان کے جنوب اور جنوب مغرب کے گلگت وکوہستانی باشندوں کے پلولی کے نام سے پکارنے سے بھی ہوتی ہے۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ یہاں کی آبادی کے آغاز میں لداخ کے درہ نوبراہ کا بھی حصہ ہے۔ ابتدائی زمانہ آبادی کا صحیح پتہ چلنا مشکل ہے۔ ہر تاریخ گو نے اپنا مدعا صحیح قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

قومی گیتوں، تاریخی نظموں اور مقامی روایات وآثار قدیمہ سے حاصل شدہ مختلف قرائن کے مطابق نوواردوں کو جہاں مناسب زمین میسر آئی، جہاں آبی وسائل، مناسب چراگاہیں اور محفوظ رہائشی خطے ملے وہاں اپنے گھرانے آباد کئے۔ ان کی معاشرت قبائلی طرز کی تھی۔ جو حصہ جس نے آباد کیا وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔

سکردو میں رگیالپو شال بو نے گیول آباد کیا۔ شگر رگیالپو نے شگری کلاں، چوندہ اور بیاماتھپو آباد کیا۔ کوردآسون نے کھربو آباد کیا۔ برق مایور چو نے برنق میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔ لون چھے نے کچورہ کے نیچے وادی دریائے سندھ کے کنارے آباد کئے۔

سکردو زمانہ قدیم سے ہی بلتستان کا صدر مقام تھا۔ '' سکار'' کا معنی تولنا اور '' ردو '' کا معنی پتھر ہے، یعنی پتھر تولنے کی جگہ۔ اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں یہاں کے لوگ خرید وفروخت کیلئے پتھر کے باٹ سے وزن کیا کرتے تھے۔ اور سکردو میں اس رواج کا آغاز ہوا۔

'' سکار'' کا معنی پھنسنا یا پھنسانا بھی ہے۔ سکردو کی وجہ تسمیہ سے متعلق ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ خطہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمین سنگلاخ چٹانوں کے گھیرے میں واقع تھا۔ ایک طرف دریائے سندھ کا پرجوش اور قاتل دھارا اور باقی اطراف میں وادیوں کی گزرگاہیں تھیں۔ اور آدمی کا تنہا گزرنا بہت ہی مشکل سمجھا جاتا تھا۔ جب دشمن کو پھنسانا مقصود ہوتا تو انہیں گھیر کر یہاں پھنساتے اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانا آسان ہو جاتا۔ واللہ أعلم

گوکہ سارا ارض بلتستان سنگلاخ چٹانوں، نوکیلی چوٹیوں، سرسبز وادیوں اور ڈھلانوں، قاتل دھارے والے دریاؤں، نیلگون جھیلوں، چمکتی دمکتی گلیشیروں، برف پوش وفلک بوس پہاڑوں، صاف وشفاف ندیوں، سرد وگرم چشموں اور قدرتی جنگلات کے مجموعے کا نام ہے۔

ایک زمانہ تھا جب یہی لوازمات یہاں کے باشندوں کی غربت وافلاس کا باعث بنا ہوا تھا۔ اب یہی غربت کے سامان یہاں کے عوام اور علاقے کی ترقی کا موجب بن رہے ہیں۔ قدیم چینیوں کے برخلاف اہل ہند میں یہ علاقہ خاص طور پر متعارف نہیں تھا۔ قدیم ہندوستانی حدود سے باہر کے علاقے انہیں سوالاکھ پربت دیش کے نام سے پکارتے تھے۔ تاہم مغلیہ عہد کے مؤرخین اس علاقے کا تذکرہ تبت خورد کے نام سے کرتے ہیں۔

دسویں صدی عیسوی سے قبل بلتستان نسلی، لسانی، مذہبی وسیاسی اعتبار سے تبت (کلاں) کا حصہ تھا۔ مگر آٹھویں صدی میں بون مت اور بدھ مت کے پیروکاروں میں خانہ جنگی سے عظیم تبت کا شیرازہ چکناچور ہو گیا۔ تب ارض بلتستان نے اپنی الگ شناخت قائم کرلی۔ تاہم نسلی اور لسانی اعتبار سے اس کا تبتی شناخت آج بھی جوں کا توں ہے۔

400 سے 600 قبل مسیح تک چین کا حاکم ''چو'' (Chou) تھا۔ اس دوران عظیم تبت بھی اس کے زیر نگین رہا۔ اس کے بعد ساتویں صدی سے دسویں صدی عیسوی تک ''تانگ'' (Tong) خاندان چین کا حکمران رہے۔ انہوں نے اپنے سیاسی نظام کو اہل تبت کے ذریعے قراقرم کی وادیوں میں پھیلادیا۔ جس نے بلتی تہذیب وثقافت اور زبان پر گہری چھاپ لگادی۔ یہی وجہ ہے کہ ارض بلتستان والے اپنے بادشاہ کو ''چو'' کے نام سے پکارتے ہیں۔ چینی نظام باقیات میں سے جو اب سے کچھ عرصہ قبل پورے بلتستان میں مسلط رہا اور بعض جگہوں میں جزوی طور پر آج تک قائم ہے، ان میں سے نظام چوتوس (یعنی راجائی نظام)، ترانگپی نظام (نمبرداری)، اصول تقویم، آب پاشی کے نظام، کاشتکاری کے رواج اور طریقے قابل ذکر ہیں۔

''بون مت'' تبت کا قدیم مذہب:

بلتستان کے باشندوں کا ابتدائی مذہب ''بون چھوس'' تھا، اس مذہب کی بنیاد تبتی باشندوں نے رکھی تھی اور یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ہی پروان چڑھا تھا، اسی لئے تبت سے باہر اس کے آثار نہیں ملتے۔ محققین کا کہنا ہے کہ زمانہ قبل از تاریخ میں فطری مظاہرات سے متعلق جن ماورائی نظریات اور عقائد کو نشوونما ملی وہ بتدریج بون چھوس کی اشاعت کا سبب بنا۔

بون چھوس تہذیب کے دور عروج میں تبتی سلطنت چینی سنکیانگ سے بڑھتے بڑھاتے ہندوستانی سرحد کے بہت سے علاقوں پر چھا گئی۔ کیسار رگیالفو (جسے یہاں کے باشندے اپنی تہذیب کا ہیرو قرار دیتے ہیں) کا اصل مسکن ''لینگ یول'' یعنی بلتستان تھا وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ اور اپنی ذہانت، بہادری، حکمت و کمالات سے عظیم تبت کا بادشاہ بنا۔ اس نے چینی ترکستان پر مکمل قبضہ کیا۔ اور اپنے دور میں اس قدر چھا گیا کہ اسے شکست دینا ناممکن ہو گیا۔ حتی کہ لوگ اسے ''ھالفو'' یعنی چھوٹا خدا کہنے لگے۔ وہ کہنہ مشق، جفاکش، محنتی اور جنگجو حاکم تھا۔ اس کی قصص و حکایات پر مشتمل کلاسیکی داستان آج بھی مقبول عام ہے۔ جو 12 ابواب پر مشتمل ہے۔

ساتویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ''سترونگ ژھانگ رگیالپو'' تبت کا بادشاہ بنا، بادشاہ کی دو بیویاں تھیں، ایک چین کے شاہی خاندان سے دوسری نیپال کی شہزادی تھی۔ دونوں بودھ مت کی پیروکار تھیں۔ ان کے زیر اثر خطے میں تہذیبی اور تاریخی تبدیلیوں کا آغاز ہوا۔ بادشاہ مہاتما بدھ کی تعلیمات سے متاثر ہوا، اور اپنا مذہب تبدیل کر کے بدھ مت کا پیرو بن گیا۔

یہیں سے ارض بلتستان میں بدھ مت کی اشاعت شروع ہوئی۔ حتی کہ آٹھویں صدی تک اہم سرکاری اداروں پر بدھ لاماؤں کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ جبکہ عوام کی بڑی اکثریت کا مذہب بدستور بون مت رہی۔ یہاں تک کہ نویں صدی عیسوی کے وسط میں ''خلنگ درما رگیالپو'' بادشاہ بنا تو بہت سے ایسے وزراء اور مشیر موجود تھے جو درپردہ بون مت کے پیروکار تھے۔ ان کے نزدیک مملکت کی بقاء کے لئے بدھ عقائد ہلاکت خیز تھے۔ ان کی کوششوں سے بادشاہ کا بون چھوس کی طرف میلان بڑھ گیا۔

تقسیم سلطنت:

جب لہاسہ شہر میں وبائی مرض سے لاتعداد افراد لقمۂ اجل بن گئے، تو بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ چین سے درآمد شدہ مورتیوں کے ساتھ بھوت، پریاں اور ارواح خبیثہ یہاں آئی ہیں۔ نتیجتاً لوگ متنفر ہوئے اور اس قدر وہراس پھیل گیا۔ کہ لوگوں کے اوسان خطا ہو گئے اور بے ساختہ ڈنڈوں، کلہاڑیوں سے بودھ خانقاہوں کو ملیا میٹ کر دیا۔ مورتیوں کو دفنا دیا گیا یا دریا برد کیا گیا۔

© rasailojaraid.com